© rasailojaraid.com

اور یہ نصرت و فتح مندی ۸ھ ماہ رمضان میں آ گئی۔اس کے بعد قبائل عرب نے بڑے پیمانے پر اسلام قبول کیا۔اور اللہ ﷻ کی یہ بشارت پوری ہوئی۔اور جب محمد رسول اللہ ﷺ فتح مکہ کے لیے تشریف لا رہے تھے،اس وقت ''نفوس قدسیہ'' کی صورت میں ''دس ہزار'' جان نثار صحابہ کرام ؓ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔یہ تعداد بائبل کی اس بشارت کے عین مطابق تھی،جس میں کہا گیا ہے :''دس ہزار قدسیوں کے ساتھ آیا۔''مسلم مؤرخین کے علاوہ عیسائی علماء بھی اس بات کے قائل ہیں کہ واقعی اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنھم تھے۔

پادری فانڈر لکھتے ہیں:''ہجرت کے آٹھویں سال جب محمد نے مکہ پر لشکر کشی کی تو دس ہزار مسلمان آنحضرت کے ساتھ تھے۔''(۱)

پادری برکت اللہ صاحب ایم اے لکھتے ہیں:''غرض ۱۰ رمضان ۸ھ مطابق یکم جنوری ۶۳۰ھ کے روز آنحضرت مہاجرین و انصار اور قبائل عرب کے ہمراہ مکہ کی طرف روانہ ہوئے،تو آپ کے ساتھ دس ہزار آدمی تھے۔''(۲)

آٹھویں بشارت: آتشیں شریعت

اسی بشارت کے اگلے حصے میں مرقوم ہے: ''اس کے داہنے ہاتھ پر ان کے لئے آتشی شریعت تھی۔''(۳)

اس عبارت سے واضح ہے کہ جو مقدس و متبرک ہستی ''کوہ فاران'' سے جلوہ گر ہوگی اور اس کے ساتھ ''دس ہزار'' کی تعداد میں قدسی ہوں گے،وہ مکہ کو فتح کرے گا اور اس کے ہاتھ میں ''آتشی شریعت'' (یعنی قرآن مجید) ہوگا۔

جس طرح پہلی دونوں بشارتیں آپ ﷺ پر پوری اترتی ہیں۔اسی طرح بشارت کا یہ مقام بھی آپ ﷺ پر ہی صادق آتا ہے۔قرآن کریم کو''آتشی شریعت'' اس لئے کہا گیا ہے کہ اس کی روحانی قوت و تاثیر سے مدتوں کا کافر' اللہ کا منکر' برسوں کا مشرک ساعتوں و لمحوں میں مؤمن و موحد بن گیا۔کٹر سے کٹر مخالفین جان باز فدائی بن گئے۔اسی آتشیں شریعت (کتاب ہدیٰ) کی برکت سے دنیا کی کایا پلٹ گئی اور مسلمانوں نے اس شریعت کو قائم کر کے دنیا کی ایک بڑی آبادی کو اس سے مستفیض کیا۔

حدیث رسول ﷺ ہے:(إن الله يرفع بهذا الكتاب أقواما و يضع به آخرين)(٤)

''اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ذریعے کچھ لوگوں کو بلندی عطا کرتا ہے اور بعض لوگوں کو اس کی وجہ سے پستی میں ڈالتا ہے۔''

کتاب ہدیٰ میں یہ تاثیر دیکھی بدلتے قوموں کی تقدیر دیکھی

قرآن کریم کو''آتشی شریعت'' اس لئے بھی کہا گیا ہے کہ اس میں جہاد و قتال،حدود و قصاص اور تادیب و تعزیرات کے احکامات بھی پائے جاتے ہیں۔جو کافروں،مجرموں اور دہشت گردوں کے لئے واقعی ''آتشی'' ہے۔اور ایسا ''آتشی دستور'' ہی دنیا میں ''امن و آشتی'' کا ضامن ہے۔

---

(۱) فنڈر' میزان الحق بحوالہ اظہار الحق حصہ سوم، و اسلام اور عیسائیت (۲) پادری برکت اللہ، محمد عربی ص ۱۷٤ (۳) استثناء ۳۳:۲ (٤) متفق علیہ

(جاری ہے)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آخری قسط

جرابوں پر مسح

تقدیم: ثناء اللہ باقر   تلخیص وتہذیب: رحیم اللہ وارثی

مدت مسح کی تحدید: جمہور علمائے امت امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور امام ابن حزمؒ وغیرہ کے نزدیک مقیم کے لیے مسح کی مدت ایک دن ایک رات (24 گھنٹے) اور مسافر کے لیے تین دن تین راتیں (72 گھنٹے) ہیں۔ (بدائع الصنائع ۱/۷۷، المجموع ۱/۵۰۶، المغنی ۱/۳۶۵) اس حد بندی کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ شریح بن ہانیؒ سے روایت ہے کہ میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے موزوں پر مسح کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ مسئلہ علی (رضی اللہ عنہ) سے پوچھ لو، وہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر کیا کرتے تھے، وہ اس بارے میں مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔

شریحؒ کہتا ہے کہ ہم نے علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا: نبی کریم ﷺ نے مسافر کے لیے مسح کی مدت تین شب وروز اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات مقرر فرمائی ہے۔ (مسلم، الطهارة، باب التوقيت في المسح على الخفين ح :۲۷۶)

۲۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر مسافر کے لیے تین دن اور ان کی راتیں، جبکہ مقیم کے لیے ایک دن رات موزوں پر مسح کا حکم دیا۔ (مسند احمد ۶/۲۷) امام احمدؒ نے کہا: موزوں پر مسح سے متعلق یہ ایک عمدہ حدیث ہے، کیونکہ یہ حکم جنگ تبوک کے موقع پر دیا گیا۔ جس طرح یہ جنگ رسول اللہ ﷺ کی آخری جنگ ہے اسی طرح یہ حکم بھی آخری ہے جو منسوخ نہیں ہوا۔''

محدث شام علامہ ناصر الدین البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ارواء الغليل ۱/۱۳۸ ح :۱۰۲)

۳۔ حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے موزوں پر مسح کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا: ''مسافر کے لیے تین دن اور مقیم کے لیے ایک دن ہے۔'' (ترمذی، طهارة، باب المسح على الخفين للمسافر والمقيم وقال هذا حديث حسن صحيح، ابو داؤد طهارة، باب التوقيت في المسح ح: ۱۵۷)

۴۔ حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: جب ہم سفر میں ہوتے رسول اکرم ﷺ ہمیں حکم دیتے کہ ہم موزے تین دن تین رات تک نہ اتاریں سوائے جنابت کے اور یہ اجازت بول و براز اور نیند کی حد تک ہے۔ (ترمذی: هذا حديث حسن صحيح وقال محمد (البخاريؒ): أحسن شيء في هذا الباب حديث صفوان بن عسال، كتاب الطهارة باب المسح على الخفين للمسافر والمقيم، قال المباركفوريؒ: وأخرجه الشافعي واحمد والنسائي وابن ماجه

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والدارقطني والبيهقي وابن حبان،وقال ابن حجرؒ في الدراية: و في الباب عن أكثر من عشرة من الصحابة ﷺ، تحفة الأحوذي)

مدت مسح کی ابتدا کہاں سے شمار ہوگی؟ : بے وضوء ہونے سے یا مسح کرنے سے؟

پہلا قول: من الحدث بعد اللبس یعنی موزہ، جراب پہننے کے بعد وضو ٹوٹنے سے مسح کی مدت شروع ہوگی۔اس کے قائلین میں امام ابوحنیفہؒ،امام شافعیؒ،امام احمدؒ،داؤد ظاہریؒ اور جمہور اہل علم رحمهم الله اجمعين شامل ہیں۔

دوسرا قول: من المسح بعد اللبس یعنی موزہ پہننے کے بعد مسح سے شروع ہوگی۔اس کے قائل امام اوزاعیؒ،ابوثورؒ،ابن المنذرؒ،ایک روایت امام احمدؒ سے اور معاصر فقہاء میں سے علامۃ النجد محمد بن صالح العثیمینؒ اور محدث شام علامہ ناصر الدین الألبانی رحمهم الله اجمعين قابل ذکر ہیں۔

ثمرة الخلاف یہ ہے کہ ایک مقیم شخص نے مثلاً صبح 4:30 پر وضوء کرکے جراب پہن لیا،پھر طلوع شمس کے بعد 6:30 پر بے وضوء ہوا اور اس نے ظہر کی نماز کے لیے 12:15 پر وضوء کرکے جرابوں پر مسح کیا۔مسلک اول کے مطابق یہ شخص اگلی صبح 6:30 تک،قول ثانی کے مطابق دوپہر 12:15 تک مسح کر سکے گا۔

علامہ عثیمینؒ فرماتے ہیں:''ایک شخص نے نماز فجر کے لیے وضوء کرکے موزہ پہن لیا،اس وضوء پر ظہر اور عصر پڑھی۔عصر کے بعد پانچ نمازوں تک مسح کرے گا۔فرض کریں کہ اس شخص نے دوسرے دن 4:45 پر مسح کیا اور اسی وضوء پر مغرب اور عشاء پڑھی۔اب اس نے اسی مدت میں پہلے دن ظہر پڑھی دوسرے روز عصر،مغرب اور عشاء پڑھی،تیسرے روز فجر،ظہر،عصر،مغرب اور عشاء پڑھی اس طرح نمازوں کی تعداد 9 ہوگی۔اس مثال سے معلوم ہوا کہ تعداد نماز کا کوئی اعتبار نہیں۔جس طرح کوئی مقیم مسح کرنے کے بعد سفر شروع کرے تو فقہائے حنابلہ کی تصریح کے مطابق یہ شخص 72 گھنٹے تک مسح کرتا رہے گا۔اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ مسح کی ابتداء موزہ پہننے یا بے وضوء ہونے کو قرار دینا ایک ضعیف رائے ہے۔(فتاوى أركان الاسلام ص ٢٣٠ فتوى:١٤٤)

بے وضو حالت میں اگر ایک موزے یا جراب کو اتارے :تو دونوں پیر دھولے گا یا ایک؟

جمہور اہل علم امام ابوحنیفہؒ،مالکؒ اور شافعیؒ وغیرہ نے پہلا مسلک اختیار کیا ہے۔ان کا نقطہ نظر یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دونوں موزوں پر مسح کیا اور بحالت برہنہ دونوں کو دھولیا اور اسی کا حکم بھی دیا۔اس حکم وعمل سے باہر نکلنا درست نہیں۔آپ ﷺ نے فرمایا:(**لا يمش أحدكم في نعل واحد ولا خف واحد ، ليخلعهما جميعا أوليمش فيهما جميعا**)''تم میں سے کوئی ایک ہی جوتی یا ایک ہی موزے میں نہ چلے،دونوں کو اتار دیں یا دونوں کو پہن کر چلیں۔''(ابن ماجه حديث:١٦١٧) اس کی سند صحیح ہے۔(الزوائد،ألباني:حسن صحيح)اس حدیث سے بھی اس قول کی ترجیح میں مدد ملتی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سفیان ثوریؒ وغیرہ بعض فقہاء کرامؒ اس حالت میں صرف ایک پیر کو دھونے کے قائل ہیں۔

لیکن دونوں موزوں کو اتارنے سے وضوء ٹوٹنے کی صورت میں دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ صرف پیروں کو دھونا کافی نہیں۔ پورا وضوء نئے سرے سے کرنا واجب ہے۔

خلاصہ جواب یہ ہے کہ ایک موزے کو اتارنا دونوں کو اتارنے کی طرح ہے۔ اور دونوں کو اتارنے سے سب کے نزدیک دوبارہ وضو کرنا پڑتا ہے۔ اس متفقہ مسئلے سے اس اختلافی مسئلے کے حل میں مدد لی جاسکتی ہے۔ یعنی ایک کو اتارے یا دونوں کو، حکم برابر ہے۔

مسح کے بعد ایک موزے کو یا دونوں موزوں کو اتارنا:

اس صورت میں صرف دونوں پیر دھو لے تو کافی ہوگا یا پورا وضوء دوبارہ کرنا پڑے گا؟ فقہاءؒ کے درج ذیل اقوال مشہور ہیں:

پہلا قول: یہ نواقض مسح میں سے ہے۔ ایسا شخص دوبارہ وضو کرے گا۔ اس کے قائل امام شافعیؒ (الجدید)، امام احمدؒ، اوزاعیؒ وغیرہ ہیں اور معاصر علماء میں سے علامہ عبدالعزیز بن باز اور شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمهم الله ہیں۔ (المغنی ۱/۲۸۸، بدائع الصنائع ۱/۸۸، المجموع ۱/۵۵۹، فتح الباری مع التعليقات السلفية ح: ۲۰۶)

دوسرا قول: صرف پیروں کو دھو لے۔ اس کے قائل حضرت عبداللہ بن عمرؓ، امام مالکؒ، مزنیؒ، ثوریؒ، ایک روایت امام احمدؒ سے، اور شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ ہیں۔ (المغنی ۱/۲۸۸، بدائع الصنائع ۱/۸۸، المجموع ۱/۵۵۹، مجموع الفتاوی ۲/۱۸۱)

تیسرا قول: اس کا وضوء برقرار ہے، پیروں کو بھی دھونے کی ضرورت نہیں۔ اس کے قائل امام حسن بصریؒ، ابن حزم ظاہریؒ اور معاصرین میں سے علامہ ناصر الدین البانیؒ ہیں۔ (المحلی ۱/۱۵۹، مصنف ابن ابی شیبة ۱/۲۱۷، مصنف عبدالرزاق ۱/۲۱۰، المجموع ۱/۵۵۷، تمام النصح فی احکام المسح للألبانیؒ)

قول اول کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ مسح، دھونے کا قائم مقام ہے، جب مسح کی چیز کو اتار لیا گیا تو نیابت کا حکم بھی زائل ہوگا۔ جس طرح پانی نظر آنے سے تیمم باطل ہو جاتا ہے۔ (کشاف القناع ۱/۱۳۷)

۲۔ وضو بعض اعضاء میں باطل ہوا تو تمام میں باطل ہوگا۔ کیونکہ مسح، حدث کو دور کرتا ہے اور حدث بعض حصوں میں تقسیم نہیں ہوتا۔ (بدائع الصنائع ۱/۸۹)

۳۔ ایک موزہ اتارنے کی صورت میں دونوں پیر دھونے کے قائل امام ابوحنیفہؒ وغیرہ نے اس پر جو دلیل پیش کی ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ دونوں موزوں کا اتارنا پورے وضو کو باطل کرتا ہے۔ (کشاف القناع ۱/۱۳۷)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فریق ثانی کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔موزوں پر مسح کرنا دھونے کا قائم مقام ہے، تو دونوں پیروں کے ظاہر ہونے سے قائم مقام باطل ہو جاتا ہے اور مسح سے پہلے موجود حدث صرف پاؤں تک سرایت کر گیا ہے۔ اس لیے صرف اسی کو دھو لے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اسی قول کو اعـــدل الأقوال کہا ہے۔

فریق ثالث کے نقطہ ہائے نظر یہ ہیں:

ا۔ نئے سرے سے وضو یا صرف پیروں کو دھونا لازمی قرار دینے سے رخصت مسح کی حکمت و مشروعیت ختم ہو کر رہ جاتی ہے۔ جو ایک شرعی سہولت ہے۔

۲۔اگر کوئی شخص سر کا مسح کرنے کے بعد بال کٹوائے تو دوبارہ مسح کرنا، وضو وغسل کرنے کے بعد ناخن ترشوائے تو ان کا دوبارہ دھونا ضروری نہیں۔ اسی طرح یہ مسئلہ بھی ہے۔(المجموع ۱۶/۵۵۸)

دلائل کا جائزہ و مناقشہ:

فریق ثانی کی پہلی دلیل صرف ایک دعوی ہے، جس کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔قول ثالث کی پہلی دلیل کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ ہر سہولت کی ایک حد ہوتی ہے جس پر دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ نیز موزے اتارنے والے نے خود ہی سہولت کو ختم کیا ہے۔

جبکہ دوسری دلیل کے متعلق علامہ ابن حجرؒ نے کہا ہے کہ یہ قیاس محل نظر ہے۔ اس کی وضاحت میں شیخ ابن بازؒ رقمطراز ہیں کہ سر میں اصل حکم یہ ہے کہ مسح کیا جائے، اس پر بال ہو یا نہ ہو۔ جبکہ موزوں پر مسح' دھونے کا قائم مقام ہے۔لہٰذا دونوں کی اصلیت جدا ہو گئی۔اس اصول سے یہ قول راجح ثابت ہوتا ہے کہ موزے اتارنے سے وضوء باطل ہوتا ہے اور صرف دونوں پیروں کا دھونا کافی نہیں، کیونکہ موالات (اعضائے وضو کا پے درپے دھونا) شرط ہے۔(فتح الباری، وضوء، باب المسح علی الخفین ح: ۲۰۶)

خلاصہ یہ نکلا کہ **موزوں کو اتارنے کی تین صورتیں ہیں:**

ا۔ بے وضو حالت میں دونوں کو اتار لینا۔ اس صورت میں جمہور اہل علمؒ کے نزدیک ناقض مسح ہے۔ دوبارہ وضو میں پاؤں دھونا ضروری ہے۔

۲۔ بے وضو شخص صرف ایک ہی موزہ اتار دے۔ راجح مسلک کے مطابق اسے بھی وضو میں پیر دھونا پڑے گا۔

۳۔ ایک موزے یا دونوں کو حالت مسح میں اتار لینا۔ اس حالت میں بھی دوبارہ وضو کرنا راجح مسلک ہے۔ واللہ اعلم

مسح کی مدت پوری ہونے پر: اگر کوئی شخص مسح کی طہارت پر ہو تو مسح کی مدت پوری ہو جانے پر اس کا وضوء ٹوٹے گا یا نہیں؟ اس مسئلے میں علماءؒ کے تین اقوال مشہور ہیں:

© rasailojaraid.com